

تفسير احمد

سُورَةُ الْقَدْرِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «القدر» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورة القدر جزء (30)

سورہ قدر مکہ میں نازل ہوئی اس کی "۵" آیتیں ہیں

وجه تسمیہ :

اس سورت کا نام شب قدر کے نام پر رکھا گیا جس میں قرآن نازل ہوا، "قدر" کا مطلب عزت اور عظمت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس سورت کے شروع میں فرماتے ہیں: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ"۔

اس سورت نے سورہ عبس کے بعد شرف نزول پایا، اس سورت کے مندرجہ ذیل نام ہیں:

- 1 - القدر -
- 2 - ليلة القدر -
- 3 - "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" -

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، مفسر ابو حبان کا "البحر المحیط" میں دعویٰ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ سورہ مدنی سورتوں میں سے ہے، علی بن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہونے والی یہ پہلی سورت ہے، اس کے برعکس ماوردی فرماتے ہیں کہ: یہ سورت اکثر علماء کے نزدیک مکی ہے، امام السیوطی نے "الاتقان" میں بھی یہی لکھا ہے، ابن مردویہ نے ابن عباس، ابن زبیر اور عائشہ سے یہی قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے، سورہ کے معنی اور مشتملات سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہوگی۔

سورہ قدر کا موضوع

اس مبارک سورہ میں قرآن مجید کے نزول کا آغاز اور دوسرے دنوں اور مہینوں پر شب قدر کی فضیلت اور برتری بیان کی گئی ہے، شب قدر جس میں مقدس الہامات کی خوشبوئیں اور خدا کے جلال کی روشنیاں پھیلی ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو نزول قرآن کی حرمت سے اہل ایمان کو عطا فرماتا ہے، اور آسمان سے طلوع فجر تک پاک طبیعت فرشتوں کے نزول کا ذکر کرتا ہے، پس کیا ہی عظیم رات ہے شب قدر، جو اللہ کے نزدیک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اس سورت میں اصل بحث کا موضوع جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ قرآن کریم کی عظمت ہے، قرآن کریم کی شان و عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا

جاسکتا ہے کہ اس کے نزول کی رات کو "شب قدر" کہا جاتا ہے، قدر کی رات، اہمیت کی رات، ایک ایسی رات جو خود قابل قدر ہے، ہزار راتوں سے بہتر، ایک انسان کی زندگی سے بہتر، انسان کی قسمت نوکا تعین کرنی والی رات، یہ رات قوموں کی تقدیر لکھنے والی رات۔

جس نے اس رات کی قدر کی اور اس رات میں شامل خدا کی اس عظیم نعمت کی وقعت رکھی، اس کی حفاظت کی اور اس کا شکر ادا کیا تو اس نے عزت و عظمت حاصل کی، اور جس نے بھی اس "شب قدر" کی عظمت پر توجہ نہیں دی، اس نے اس نعمت کو نہ پہچانا کہ آج کی رات اس کی زندگی میں آئی ہے، مگر اس کو اہمیت نہیں دی، تو وہ شخص ذلیل اور عذاب الہی کا سامنا کرے گا۔

سورہ "القدر" کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ قدر کی آیات مختصر اور موزون ہیں، اس سورت کا ایک (1) رکوع، پانچ (5) آیتیں، اکتیس (31) الفاظ، ایک سو پندرہ (115) حروف اور اونچاس (49) نقطے ہیں۔

(یاد رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورۃ القدر اور سورۃ العلق کے درمیان ربط و مناسبت

سورۃ العلق میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے رب کے نام سے قرآن پڑھیں اور سیکھیں، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے نزول کا آغاز بیان کیا ہے، جو کہ شب قدر رمضان کی سب سے قیمتی اور باعزت رات ہے۔

سور قدر کی فضیلت

سورہ قدر کے مشتملات اور فضیلت جیسا کہ اس سورت کے نام سے واضح ہے پہلے مرحلے میں شب قدر میں قرآن عظیم کا نزول بیان کیا گیا ہے، اور پھر شب قدر کی اہمیت، اس کی برکات اور اثرات بیان کی گئی ہیں، شب قدر میں قرآن عظیم کا نزول، شب قدر وہی رات ہے جس میں انسانوں کی سال بھر کی تقدیر اور قسمت کا تعین ہوتا ہے، یہ ایک اور دلیل ہے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے پر۔

شب قدر کی فضیلت

"شب قدر" وہ رات ہے جس میں قرآن عظیم پیغمبر اسلام پر نازل ہوا اور اس رات میں عبادت کی فضیلت تمام راتوں سے زیادہ ہے، اس رات میں انسان کی ایک سال کی تقدیر کا تعین ہوتا ہے، ایسی رات میں سب سے زیادہ نیک اعمال میں سے ایک "احیاء" ہے، جس کا مطلب ہے صبح تک ایک رات جا گنا، لہذا انسان کے لیے مناسب ہے کہ ایسی رات میں اپنے بُرے اعمال کے

لیے استغفار کرے، کیونکہ یہ توبہ کی رات ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی کرم فرماتے ہیں، (لسان العرب)۔

قرآن کے تدریجی نزول کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو عزت اور عظمت سے نوازا، اپنا آخری پیغام، بیش قیمت کتاب جو کہ ایک معجزہ ہے، اس امت پر نازل فرمائی تاکہ وہ ان کے لیے دستور حیات بنے، ان کی مشکلات کا حل بنے، اس امت کی جسمانی اور روحانی امراض کا علاج اور شفا ہو، اس امت کے لیے عزت و عظمت اور کامیابی اور سربلندی کی علامت بنے، اس کا نزول ان کے لیے وجہ صد افتخار ہو (جتنی یہ کتاب محترم اور با عظمت ہے) اسی طرح جس ہستی پر اتاری گئی وہ بھی زمین و آسمان میں سب سے برگزیدہ اور معزز ترین ہستی ہے، یعنی جناب محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کتاب ان کی طرف منسوب کی گئی، اس قرآن کے نزول سے آسمانی رسالت کا سلسلہ تکمیل کو پہنچ گیا، اس کے نور کی کرنیں کائنات میں چار سو پھیل گئیں، پورا جہاں اس نور تاباں سے جگمگا اٹھا، اس ہدایت الہی نے انسانوں کو تھام لیا، ان کو سہارا دیا، اس قرآن کا نزول جس ہستی کے توسط اور ذریعہ سے ہوا ہے، وہ آسمانوں میں امین، دیانتدار جانی جاتی ہے، یعنی جبریل علیہ السلام، انہوں نے یہ قرآن آپ کے قلب اطہر پر بتدریج نازل کیا۔ (شعراء: 193 تا 195)۔ (درآمدی بر علوم قرآن صفحہ: 55 و تفسیر فرقان)۔

قرآن کے بتدریج نزول کا فلسفہ

قرآن عظیم کے تدریجی نزول میں بڑی حکمت اور بہت سے راز ہیں، جن سے اہل علم واقف ہیں، ان میں سے چند راز اور حکمتیں یہ ہیں:

- 1- مشرکین کے ظلم و ستم کے مقابلے میں پیغمبر کے دل کو مضبوط رکھنا۔

2- وحی کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک۔

3- آسمانی احکام کی قانون سازی میں قدم بقدم آگے بڑھنا۔

4- مسلمانوں کے لیے قرآن کریم کے حفظ اور سمجھنے کا آسان ہونا۔

5- واقعات اور حوادث کے ساتھ رہنا، اپنے وقت میں ان سے محتاط اور باخبر رہنا، اور قرآن کے ذریعہ رب کی بارگاہ سے جڑے رہنا (جو ذات علیم اور حمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے)، (درآمدی بر علوم قرآن صفحہ: 59 اور تفسیر فرقان)۔

سورہ قدر کا پیغام

1- شب قدر انسان کے دماغ اور روح کی صحت اور خدا کی بارگاہ میں سربلندی کی رات ہے، "سَلَّمَ ۝ هِيَ حَتَّىٰ مَطَلَعِ الْفَجْرِ"۔

2- شب قدر رحمت کی رات ہے، اس میں انسان توبہ کے ذریعے خدا کے فضل کو اپنی طرف متوجہ کرسکتے ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاملات کی تقدیر انسانوں کی خوشی اور بھلائی پر مبنی ہے، الا یہ کہ انسان خود اس کے علاوہ چاہیں "سَلَّمَ ۝ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ"۔

الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح

"آنزُلْنَا" ہم نے اتارا، "القدر" طاقت، بڑائی، شرف، وقار، قدر، اندازہ اور مقدار۔

"مَا أَدْرَاكَ" تم کیا جانتے ہو، کس چیز نے تجھے با خبر کیا، تجھے خبر نہیں ہے (حاقہ: 3، مرسلات: 14، انفطار: 16 اور 17)۔

"أَلْفِ شَهْرٍ" ہزار مہینے "الروح" جبرئیل، یا ہر چیز کی روح، رحمت، "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" ہر کام کے لیے، "سَلَّمَ" درود، تحفہ، سلامتی، امن وامان، "مطلع" صبح سویرے، صبح کی سفیدی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة القدر

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنْزِيلُ
الْمَلَكِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَّمَ ○ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○	بلاشبہ ہم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا
وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○	اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○	قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے
تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ○	اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں
سَلَّمَ ○ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○	وہ رات فجر طلوع ہونے تک سلامتی ہے

سورہ قدر کی تفسیر

اس سورت کی مبارک آیات میں قرآن کریم کے نزول کا آغاز اور شب قدر کی فضیلت کے بارے میں بحث کی گئی ہے -

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○	بلاشبہ ہم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا
---	--

ہم نے قرآن کو قیمتی اور اہمیت والی رات "لیلۃ القدر" میں نازل کیا ہے ،
قرآن کریم کے نزول کی وجہ سے یہ رات عبادت ، شرافت ، بڑائی اور مقام
ومرتبہ میں ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی ہے -

"أَنْزَلْنَاهُ" اکثر مفسرین کے فہم کے مطابق ضمیر "ہ" انزلناہ میں قرآن کی
طرف لوٹتی ہے، اور نزول قرآن کے آغاز کا اشارہ ہے، اسم ظاہر کے

بجائے ضمیر "ہ" کا ذکر اس کی غیر معمولی شہرت اور مثال کی وجہ سے ہے، اور اس کا مرجع سب کے ذہنوں میں ہے۔

خدا فرشتوں کے ذریعے اور ان کے وساطت سے دنیا کی معاملات کو انجام دیتا ہے، اس لیے قرآن کریم کی اکثر آیات میں افعال اور ضمیر جو خدا سے متعلق ہیں جمع کی صورت میں ذکر کیے گئے ہیں، جیسا کہ سورت کے شروع میں ہے کہ: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ" ہم نے قرآن کو نازل کیا، بہت سے مفسرین کی رائے کے مطابق قرآن پاک دو مرتبہ نازل ہوا، ایک مرتبہ شب قدر میں یکجا ہو کر جس کی طرف یہ سورہ اشارہ کرتی ہے، اور پھر بتدریج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس سالہ رسالت کے دوران، اس آسمانی کتاب کے نزول کے بارے میں قرآن کی تفسیریں دو طرح کی ہیں، ان میں سے کچھ لفظ "أَنْزَلْنَا" کے ساتھ جو کہ "انزال" کی اصل سے ہے، جس کا معنی ایک ہی بار نزول کے ہیں، اور کچھ لفظ "نَزَّلْنَا" کے ساتھ جو تنزیل کی اصل سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے "بتدریج نزول"، ابن عباس کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے مکمل قرآن "لوح محفوظ" سے لے کر "دار العزة" تک دنیا کے آسمان پر نازل فرمایا، اس کے بعد وقت کے تقاضوں کے مطابق تئیس سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بتدریج نازل ہوتا رہا، (مختصر: 659/3، اور قرطبی: 130/19)۔

تفسیر "جلوہ های از اسرار قرآن" کے مصنف لکھتے ہیں: قرآن کا نزول اور اتارنے کا مطلب اللہ کے پیغام کو اوپر سے نیچے بھیجنا بھی ہے، اور کلام الہی کے اعلیٰ درجے کو انسانی فہم و ادراک کے درجے تک نیچے پہنچادینا بھی ہے، یعنی ہمارے عظیم رب اپنے اعلیٰ کلام کی سطح اور درجے کو اس حد تک نیچے لایا کہ زمین میں بسنے والے انسانوں کے لیے قابل فہم ہوا۔

"إيلة القدر" عظیم اور قیمتی رات، یہ اپنی اہمیت بڑھانے اور قسمت متعین کرنے کی رات ہے، کیونکہ قرآن کریم اسی میں نازل ہوا، جو کہ ہر لحاظ سے نور، رحمت، خیر، برکت، سلامتی اور سعادت ہے۔

قدر:

- 1- اس رات میں تقدیریں فرشتوں کے سامنے واضح اور معین ہوجاتی ہیں۔
- 2- اس رات کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے، اور یہ ۸۳ سال کی عبادت کے برابر ہے؛ لہذا شب قدر اللہ تعالیٰ کے شکر بجالانے اور شکر گزاری کی رات ہے، کیونکہ بشر کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے اہم نعمت قرآن کریم کا نزول ہے، جو کہ اس رات میں ہوا یاد رکھنا چاہے کہ: ظرف اور مظروف کا مناسب ہونا ضروری ہے، بہترین کتاب بہترین رات میں بہترین انسان پر نازل ہوئی۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿۲۷۵﴾ اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟

اور آپ کو کیا معلوم ہوا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ یعنی: تجھے کیسے پتہ چلے

گا کہ کونسی رات شب قدر ہے، (اور کتنی عظیم ہے) یعنی کس چیز نے تمہیں اس کی قدر و عظمت سے آگاہ کیا: (خازن: 275 / 4)۔

سوال شب قدر کی عظمت اور اہمیت کا ہے، یعنی: آپ نے شب قدر کی فضیلت اور شرف کے حتمی اور آخری درجے کو نہیں سمجھا ہے۔

"مَا أَدْرَاكَ" تم کیا سمجھتے ہو؟ "مَا أَدْرَاكَ" کی تعبیر اور اس موضوع کا مفہوم

یہ بات ہم پر واضح کر دیتی ہے کہ اس رات کا صحیح وقت اور عظمت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہیں تھا، دوسروں کو کیا معلوم! یہ آیت

مبارکہ اس بابرکت رات کی اہمیت، قدر اور فضیلت کی وجہ بیان کرتی ہے

کہ: جو رمضان کے مہینے کے آخری عشرہ میں چھپی ہوئی ہے، اسے

یقین قطعی سے کوئی نہیں جانتا، اہل علم کے نزدیک شب قدر کو رمضان

المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے، تاکہ بندوں کو زیادہ عبادت کی ترغیب

دی جائے اور وہ اپنی عبادت کو ایک رات کے لیے مخصوص نہ کریں، اور

ہر ایک کے لیے ایمان کو مضبوط کرنے کا تربیتی نصاب بنے۔

ملاحظہ:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتیں (21، 23، 25، 27، 29)

وہ بہترین تحفے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کیے ہیں۔

"ليلة القدر": قدر کی رات، لفظ "قدر" قرآن عظیم میں کئی معنی میں استعمال

ہوا ہے:

الف: مقام اور مرتبہ، جیسا کہ فرماتا ہے: وما قدر و اللہ حق قدرہ (انعام: 91)

(جیسا چاہیے تھا، انہوں نے خدا کے مقام اور عظمت کو ایسا نہیں پہچانا)۔

ب: تقدیر اور قسمت: جیسا کہ وہ فرماتا ہے: "جئت علی قدریاموسی" (طہ: 40)

(اے موسیٰ! تم (خدا کی) تقدیر کے مطابق (اس مقدس مقام پر) آئے ہو)۔

ج: تنگی اور مشکلات: جیسا کہ فرماتا ہے "وَمَنْ قَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ" (طلاق: 7) (جس

پر رزق روزی تنگ کر دے)۔

ابتدائی دو معنی: ليلة القدر" کے لیے مناسب ہیں، کیونکہ شب قدر اہمیت والی

رات ہے، تقدیر اور قسمت معین کرنے والی رات بھی ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے

"ليلة القدر" کی رات ان راتوں میں سے ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، "الف شہر" ہزار مہینے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ "الف شہر" سے مراد تکثیر ہے نہ کہ تعین اور محدودیت، اور یہ کہ لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ان ہزار مہینوں میں ہر سال لیلۃ القدر کی ایک رات ہوتی ہے، تو پھر یہ کیسا حساب ہے؟۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ہزار مہینے سے مراد وہ مہینے ہیں جن میں یہ رات نہ ہو، اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے (کذا ذکرہ ابن کثیر عن مجاہد)۔ مختلف ممالک اور شہروں میں مطالع کے فرق کے مطابق شب قدر بھی مختلف ہیں، البتہ اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ جہاں بھی شب قدر آتی ہے، وہاں لیلۃ القدر کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مفسرین نے کہا ہے کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر میں ایک نیکی ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے، جن مہینوں میں قدر کی رات نہیں، تاریخی روایات میں آتا ہے کہ: (پہلی امتوں میں سے ایک امت میں) ایک شخص نے ہزار مہینہ اسلحہ اٹھائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان متعجب ہوئے اور حیرت میں پڑ گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے ایک تمنا کی اور فرمایا: اے اللہ! میری امت کو مختصر ترین عمر اور بہت کم اعمال عطا کیے گئے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے قدر کی رات عطا کی اور فرمایا: شب قدر آپ اور آپ کی امت کے لیے ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جس میں اس شخص نے جہاد کیا، (اس قول کو ابن عباس اور مجاہد نے نقل کیا ہے)۔

مجاہد نے کہا: اس سے مراد نیک اعمال ہیں، روزہ رکھنا اور رات کی نماز ہزار مہینوں سے افضل ہیں (مختصر: 659/3)۔

"أَلْفِ شَهْرٍ" کے بارے میں ایک یاد دہانی : 83 سال اور 4 ماہ

انسان کی مختصر زندگی کی وجہ سے اللہ رب العزت نے اس امت پر یہ احسان کیا ہے کہ اس رات میں عبادت کرنے سے ہمیں ایک لمبی عمر کی عبادت کرنے کا اجر و ثواب ملے گا، اس لیے کہ اتنی سی کم زندگی میں (۶۰-۷۰-۸۰) کی ہوتی ہے، اس میں ۸۳ سال تک عبادت ممکن نہیں ہے، اس لیے اللہ نے ایک رات کی عبادت ۸۳ سال کے برابر قرار دیدی، اس کے علاوہ لفظ "ألف" کو محدود کرنا بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کے معنی ہزار ہیں، بعض علماء اور محدثین نے اس کی مقدار ہزار مہینے مقرر کی ہے کہ ۸۰ سال سے چند سال اوپر ہیں، اور انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ نتائج زیادہ مناسب نہیں ہیں، اور آیات کے سیاق و سباق سے میل نہیں کھاتے، اللہ

تعالیٰ لیلۃ القدر کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس پر بحث ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: "العبادة في ليلة القدر خير من ألف شهر" بلکہ فرمایا: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" قدر کی رات خود ہی ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اور یہ ہزار تکثیر کے لیے ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہزار کا مطلب بالکل ایک ہزار ہو، اس طرح کی تشریحات اور تعبیرات قرآن کریم اور عربی زبان میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہیں (کہ خاص عدد ذکر کر کے کثرت مراد ہوتی ہے)۔

مختصر انسانی زندگی کا مفہوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السَّبْعِينَ إِلَى السَّبْعِينَ وَأَقْلُهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ" (ترمذی: 355) اور (ابن ماجہ: 4236)۔

"میری امت کی عمریں ۶۰ سے ۷۰ سال کی درمیان ہوں گی، اور ان میں سے کچھ اس سے زیادہ عمر پاتے ہیں" چنانچہ خدا تعالیٰ نے ہمیں لیلۃ القدر جیسے یہ تحفے ہماری مختصر زندگی کے وجہ سے عطا کیے ہیں۔

ملاحظہ:

جس نے شب قدر میں عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کیں، اس کو بھی اس رات کا ثواب ملے گا، اور جس نے جتنی زیادہ عبادت کی اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا، صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اس نے آدھی رات کے قیام کرنے کا ثواب پایا، اور اگر فجر کی نماز باجماعت سے پڑھی تو رات بھر کی شب بیداری کا ثواب پایا۔

تَنَزُّلُ الْمَلِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۝ مِنْ كُلِّ أَمْرِ ۝	اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں
--	---

اس رات اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور جبرئیل، عبادت گزاروں اور شب بیداری میں عبادت کرنے والوں کے پاس آتے ہیں، ہر اس کام کی انجام دہی کے لیے جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔

"تَنَزُّلُ" یکے بعد دیگرے اترے۔

یہ فعل بہ معنی ماضی بھی ہو سکتا ہے، شیخ محمد عبدہ عمّ پارہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: الرُّوح: جبرئیل، فرشتوں اور ان کے سردار جبریل کا نزول زمین کی طرف خیر کی دعا اور استغفار طلب کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ عبادت کرنے والوں کے واسطے رات کو جاگتے ہیں، اور خود بھی عبادت کرتے ہیں، اور عظیم رب سے رحم اور بخشش مانگتے ہیں۔

"تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ" روح سے مراد، جبرئیل علیہ السلام ہے، حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی شب قدر آتی ہے تو جبرئیل فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے لیے چاہے مرد ہو یا عورت جو اللہ کے ذکر یا نماز میں مشغول رہتے ان کے لیے وہ رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

"يَاذُنِ رَبِّهِمْ" اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس رات کو اترتے ہیں، یعنی وہ اپنی مرضی سے نہیں اترتے، بلکہ عظمت والے رب کے حکم سے آتے ہیں۔

"مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" ہر اس چیز کے بارے میں جو اس سال تقدیر میں لکھی جائے گی

، اور ہر حکم کا مفہوم وہی چیز ہے جسے سورہ دخان آیت "5" میں (کام اور حکیمانہ امر) کہا گیا ہے، اس رات فرشتے انسانوں کی تقدیر اور قسمت میں اللہ تعالیٰ جو کچھ فرماتا اور حکم دیتا ہے وہ لکھتے ہیں، انسان اس رات میں سچی عبادت اور دعا کر کے اپنی تقدیر بدل سکتے ہیں، ابن کثیر اپنی تفسیر میں آیت مبارکہ کے جملہ: "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" کے بارے میں لکھتے ہیں حرف

"من" یہاں بہ معنی "با" کے استعمال ہوا ہے، اسی طرح نحوی قواعد کے اعتبار سے حروف جارہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں، اور "من" اور "با" دونوں حروف جارہ ہیں، یعنی فرشتے سال میں روٹماہونے والے تمام تقدیر کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اترتے ہیں۔

بعض مفسرین جیسے مجاہد وغیرہ نے "مِنْ كُلِّ أَمْرٍ" کو "سلام" سے متعلق جانا ہے اور اس کا معنی یوں کیا ہے کہ یہ رات ہر قسم کی برائی، آفت اور بدی سے محفوظ ہے (تفسیر ابن کثیر)

سَلَامٌ ۝ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سلامتی ہے

وہ رات صحت و سلامتی، رحمت اور رات کو جاگ کر گزارنے والے مؤمنوں پر فرشتوں کی طرف سے درود اور سلام کی رات ہے طلوع فجر تک، یہ رات مکمل امن اور سکون کی ہے، شروع سے آخر تک برکت ہے، کوئی

بُرائی، فتنہ، ناخوشی اس کے پہلے لمحے سے طلوع صبح تک موجود نہیں ہے۔

"سلام" درود وسلام، یہاں فرشتوں کی دعا مراد ہے جو وہ مؤمنوں کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔

سلامت: یعنی اس میں عبادت اور اطاعت، ہر چیز سے مؤمنوں کے لیے سلامتی اور امن وامان میں رہنے کا سبب ہے، یا یہ سالم کے معنی میں ہے، یعنی ایسی رات ہے جو سالم اور سلامتی سے وابستہ ہے۔

شیخ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "سلام" اصل عبارت "ہی سلام" ہے، لفظ "ہی" حذف ہوا ہے، یعنی یہ رات سلام اور سلامتی ہی ہے، سراسر خیر ہے، شرنام کی کوئی چیز اس سے نہیں ہے (قرطبی)۔

بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں: "تقدیری عبارت "سلام ہو" ہے، اور اسے "مِنْ كَلِّ أَمْرٍ" کی صفت بتاتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ فرشتے ہر اس امر کو لائیں گے جو خیر اور سلامتی والا ہو، (مظہری)۔

مجاہد آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "وہ سلامتی والی رات ہے کہ شیطان اس میں کوئی نقصان یا اذیت نہیں پہنچا سکتا"، شعبی کہتے ہیں کہ: "سَلَمٌ" سے مراد، فرشتوں کا شب قدر میں اہل مساجد پر سلام کرنا ہے، سورج کے غروب سے لے کر صبح طلوع ہونے تک، "ہی حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" یعنی: لیلۃ القدر کی برکتیں رات کے کسی حصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ رات کے شروع سے طلوع فجر تک جاری رہتی ہیں۔

"مطلع" طلوع، ظاہر ہونا، طلوع کا وقت، جب ظاہر ہو، یہ مصدر میمی یا اسم زمان ہے۔

یاد دہانی

شب قدر مختلف مناطق میں ایک ہی ہے، کیونکہ رات وہی نصف کرہ زمین کا سایہ ہے، جو کہ دوسرے نصف کرہ پر پڑا ہے، اور یہ سایہ زمین کی گردش کے ساتھ حرکت کرتا ہے، اس کی مکمل گردش ایک بار چوبیس گھنٹوں میں پوری ہوتی ہے، یہ دورانیہ دھیرے دھیرے کرۂ ارض کے تمام حصوں پر چھاجاتا ہے، یہ کرۂ ارض کی مکمل رات ہے، اور قدر کی رات وہ ہے کہ جو چند گھنٹے پہلے اور بعد کے فرق سے تمام اہل زمین کی مہمان بنتی ہے۔

اس مہینے میں شیطان کے قید ہونے کے بارے میں علماء کی آراء عام طور پر اس سلسلے میں علماء کے نظریات کا خلاصہ درج ذیل تین آراء

میں نہیں کیا جاسکتا ہے:

1- رمضان سے پہلے شیطان انسان کو گناہوں میں اس حد تک مبتلا کر دیتا ہے کہ اس کا اثر اس شخص پر رمضان کے آخر تک رہتا ہے، رمضان سے پہلے والے گناہوں کی وجہ سے وہ رمضان میں اطاعت اور عبادت نہیں کر سکتا، اس بنیاد پر شیاطین رمضان میں قید ہوتے ہیں، لیکن انسان رمضان سے پہلے والے گناہوں کے اثرات کی وجہ سے اچھے انداز سے اللہ کی عبادت کرنے سے محروم جاتا ہے۔

2- شیاطین کا سربراہ جیل میں ہوتا ہے، جبکہ اس کے چیلے آزاد اور متحرک ہوتے ہیں۔

3- لیلۃ القدر میں کوئی بھی شیطان آزاد نہیں ہوتا، ہر ایک قید اور زنجیر میں بند ہوتا ہے، اس رات میں انسان ہر برائی سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ وہ تمام رات سلامتی ہے، غروب آفتاب سے طلوع فجر تک، وہ رات فرشتوں کے نزول کی رات ہے، پس تمام رات محفوظ اور سلامتی ہے ہر بری چیز سے۔

شان نزول

ابن ابی حاتم نے مجاہد کی سند سے (مرسل) روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے جہاد کی حالت کا ذکر فرمایا کہ وہ مسلسل ایک ہزار مہینے تک جہاد میں مشغول رہتے، کہ کبھی اپنی تلواریں زمین پر نہیں رکھتے تھے، مسلماً یہ سن کر حیران رہ گئے، اس وقت یہ سورہ "القدر" نازل ہوئی، اس ایک رات کی عبادت نے اس امت کو بنی اسرائیل کے مجاہدین کی ساری زندگیوں سے اونچا کر دیا، یعنی ایک ہزار مہینے کے برابر۔

مجاہد کی روایت کے مطابق ابن جریر نے ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار ہوا کرتا تھا کہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتا اور صبح کو جہاد کے لیے نکلتا، دن بھر وہ جہاد میں مصروف ہوتا، اور اس طرح اس نے ایک ہزار مہینے اللہ کی عبادت میں گزاری، تو رب تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر امت محمدی کے خصوصیات میں سے ہے (مظہری)۔

ابن کثیر اس قول کو امام مالک کا قول سمجھتے ہیں، بعض شوافع نے اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے، خطابی اس پر اجماع کا دعویٰ رکھتے ہیں، لیکن بعض محدثین کا اس میں اختلاف نظر ہے (تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ کریں)۔

شب قدر اور قرآن کریم کا سبب نزول

الف: قرآن کریم کا نزول: شب قدر کی ایک خصوصیت اور فضیلت یہ ہے

کہ قرآن عظیم ، انسانی رہنمائی کی کتاب اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابدی معجزہ اسی رات میں نازل ہوا ہے ، قرآن مجید کی آیتیں ان کا مطلب اور موضوع کی تائید کرتی ہیں: اول: سورہ "قدر" فرماتا ہے: " إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ " ، **دوم:** سورہ بقرہ: 185 ، " شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ " ، سوم: آیات 3 اور 4 سورہ دخان) " إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۗ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۗ " کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا، بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات کو ہر کام کا فیصلہ خدا کی حکمت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

مبارک کا کیا مطلب ہے؟

لفظ مبارک جو آیت مذکورہ میں آیا ہے، برکت کے مادہ سے لیا گیا ہے، یعنی یہ رات رحمتوں سے بھری ہوئی رات ہے، یہ نہایت مفید اور نفع بخش رات ہے، جس میں نعمتوں اور رزق کی فراوانی ہے، اسی طرح ہمارا عظیم رب فرماتا ہے: " إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۗ " ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا ، اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

رب تعالیٰ فرماتے ہیں: " شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ " (سورہ بقرہ: 185) رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ " إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ " ہم نے اسے شب قدر میں اتارا" اس لیے مطلق حکم یہی ہے کہ شب قدر رمضان کے مہینہ میں ہے، جمہور مفسرین کے قطعی حکم کے مطابق شب قدر رمضان کے مقدس مہینے میں ہے، یہ وہ رات ہے جس میں قرآن عظیم نازل ہوا جو تمام نیکیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ شب قدر ، وہ رات ہے جس میں قرآن کے نزول سے عالم انسانیت کی تقدیر کی تصدیق اور تعین ہوتا ہے ، مسلم مفسرین قرآن کے نزول کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں :

1 - مجموعی طور پر ایک ہی بار میں نزول

2 - تدریجی نزول

نزول دفعی، یعنی قرآن عظیم شب قدر کو پوری طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوا، اور نزول تدریجی وہ نزول ہے جو کہ :

23 سال کے عرصے میں قرآن مجید بتدریج حالات اور واقعات کے مطابق پیغمبر اسلام پر نازل ہوا۔

متعدد مفسرین آیت : "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" ○ کی تفسیر میں لکھتے ہیں "

أَنْزَلْنَاهُ" سے مراد "ہم نے قرآن نازل کیا" نہیں ایسا نہیں کہ شب قدر میں پوری طرح سب کو عرش سے آسمان دنیا پر اتارا گیا، اور یہ بھی نہیں کی قرآن پہلی وحی کی رات مکمل نبی کے دل پر نازل ہوا تھا، یہ دو بے بنیاد دلیلیں اور قرآن کی ان صریح آیات کے مخالف ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے بتدریج نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر قرآن میں ہی تلاش کی جانی چاہیے، کوئی بھی رائے قرآن کی تفسیر سے متصادم ہو اسے ایک طرف رکھ دیا جائے اور اس سے تعلق نہ رکھا جائے۔

چنانچہ قرآن کریم اس بارے میں واضح طور پر کہتا ہے: "وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى

النَّاسِ عَلَى مَكَّةٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ○۱۰۶" (سورة الاسراء: 16) ترجمہ: " اور قرآن عظیم،

ہم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تاکہ تو اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور ہم نے اسے، (تھوڑا تھوڑا) نازل کیا،" اسی طرح فرماتا ہے:

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً ○ كَذَلِكَ ○ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ

تَرْتِيلًا ○۳۲" (سورة فرقان : 32) " اور کافر کہتے ہیں: کہ اس پر قرآن ایک

ہی دفعہ کیوں نہیں اتار گیا؟ اس طرح آہستہ آہستہ اس لیے اتارا گیا کہ اس سے تمہارے دل کو مضبوط کریں، اور اسی واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہے۔" یہ آیات صاف ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن کا نزول جدا جدا اور وقفے وقفے سے تھا، یہ آیات ان لوگوں کی رائے کو باطل کرتی ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی دفعہ میں نازل ہوا ہے۔

لفظ "أنزلنا" قرآن کریم میں بارش کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب

ہے بتدریج اور وقفے وقفے سے بارش، نہ کہ آسمان سے تمام پانیوں کا ایک ہی وقت میں، ایک جگہ اور ایک وقت میں گرنا۔

قدر کے معنی

قرآن کی تصریحات سے یہ معاملہ اتنا یقینی ہے کہ شب قدر رمضان کے مقدس مہینے میں ہے، لیکن اس کی تاریخ کے تعین میں اختلاف ہے، اس بارے میں چالیس اقوال مذکور ہیں، لیکن تفسیر "مظہری" میں آیا ہے کہ ان تمام اقوال میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے، لیکن اس آخری عشرے میں کوئی خاص تاریخ متعین نہیں

ہے، البتہ ممکن ہے کہ یہ ان راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہو، یہ رات رمضان کے ہر مہینے میں بدلتی رہتی ہے، صحیح احادیث کے مطابق زیادہ امکان ہے کہ طاق راتوں میں ہو (21، 23، 25، 27، 29) اور شب قدر سے متعلق تمام احادیث میں، جن میں طاق راتوں کا ذکر ہے تطبیق دی گئی، اگر شب قدر اس میں ہو، اور ہر رمضان میں بدلتی رہتی ہو تو تمام احادیث اپنی جگہ صحیح اور مستحکم ہیں، ان میں سے کسی میں تاویل کی ضرورت نہیں ہے اس لیے اکثر فقہاء ائمہ نے کہا ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں بدل جاتی ہے۔

ابو قلابہ، امام مالک، احمد بن حنبل، سفیان ثوری، اسحاق ابن راہویہ، ابو ثور، مزنی، ابن خزیمہ وغیرہ سب نے یہی کہا ہے، امام شافعی کی ایک روایت بھی اس قول سے متفق ہے، امام شافعی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس رات کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ طے شدہ ہے (تفسر ابن کثیر)۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحرو الیلة القدر فی العشر الاواخر من رمضان" (شب قدر کو رمضان کے آخری دس راتوں میں تلاش کرو) صحیح مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فاطلبوها فی الوتر منھا" قدر کی رات کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو (تفسیر مظہری)۔

اس بارے میں کہ رمضان کی راتوں میں سے کون سی رات شب قدر ہے، کیا یہ رات واقعی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے، اور وہ بھی طاق راتوں میں، یا جفت راتوں میں ہے، اس بحث کے لیے احادیث نبوی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

علماء متاخرین میں سے بعض نے ذکر کیا ہے کہ لیلة القدر رمضان کی "27" ویں رات ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لیلة القدر کے الفاظ سورۃ القدر میں ہیں، اور لیلة القدر کا لفظ عمومی طور پر "9" حروف پر مشتمل ہے، اس حساب سے $27 = 3 * 9$ ہو جاتا ہے، لیکن سب سے پہلے تو یہ کہنا چاہے کہ لیلة القدر فضیلت والی رات میں سے ہے، جو سال بھر کی تمام راتوں پر فضیلت رکھتی ہے، اور اسے خاص برتری حاصل ہے، کیونکہ یہ رات قرآن اور اس کے نزول کی رات ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں: "مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" (بخاری: 35) ترجمہ: "جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ

محض ثواب آخرت کے لیے ذکر و عبادت میں گزارے، اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔"

احادیث مختلف ہونے کی وجہ سے شب قدر کے تعین کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رات رمضان المبارک کے آخرے عشرہ اور طاق راتوں میں ہے۔

عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاخَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: "إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرْكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلَاخَى فَلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرَفَعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، التَّهَسُّوْهَا فِي السَّبْعِ وَالسَّبْعِ وَالْحَمْسِ" (بخاري: 49)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حجرے سے نکلے، لوگوں کو شب قدر بتانا چاہتے تھے (کہ وہ کونسی رات ہے) اتنے میں دو مسلمان آپس میں لڑپڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اس لیے باہر نکلا تھا کہ تم کو شب قدر بتلاؤں اور فلاں فلاں آدمی لڑپڑے تو وہ میرے دل سے اٹھالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمہاری بہتری ہو (تو اب ایسا کرو کہ) شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں، انتیسویں و پچیسویں رات میں ڈھونڈا کرو، (البتہ یہاں مراد رمضان کا آخری عشرہ ہے)۔

عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ: "أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبًا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ". (بخاري: 2015) ترجمہ: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب آخری سات راتوں پر متفق ہو گئے ہیں، اس لیے جو اس کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے"

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: "اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عَشْرِينَ فَخَطَبَنَا وَقَالَ: "إِنِّي أُرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُسَيْتُهَا أَوْ نُسَيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ..." (بخاري: 2016) " ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے، پھر بیس تاریخ کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، لیکن پھر بھلا دی گئی، اس لیے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو..."

عبد الله بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التَّسْوُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تِسْعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى". (بخاري 2021) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، جب نو راتیں باقی رہ جائیں، یا سات راتیں باقی رہ جائیں، یا پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔"

عبد الله بن عباسؓ دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں: " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ". (بخاري: 2022) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر رمضان کے (آخری) عشرہ میں پڑتی ہے، جب نو راتیں گزر جائیں یا سات باقی رہ جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد شب قدر سے تھی۔"

شب قدر کے تعیین میں مروی احادیث کے مطابق یہ مختلف ہیں، اور شاید اس رات کو نہ جاننے کی حکمت یہ ہے کہ مؤمنین اس رات میں عبادت کا اجر و ثواب حاصل کرنے کی حرص کریں اور اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیے آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، لیکن اکثر علماء کا عقیدہ یہ ہے کہ شب قدر ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں میں ہے – واللہ اعلم۔

شب قدر کو پانے کی کوشش اور جستجو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے: "من قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه" (جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے)۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود شب قدر کو تلاش کرنے کی کوششیں کرتے تھے، اور صحابہ کرام کو بھی تلاش کرنے کی تشویق اور ترغیب دیتے تھے، منقول احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شب قدر تک پہنچنے کے لیے اس قدر نماز پڑھتے، دعا اور تلاوت کرتے کہ سال کے دوسرے دنوں میں ایسی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے گھروالوں کو بیدار کرتے کہ وہ بھی شب قدر پالیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "كان إذا دخل العشر الأواخر أحيأ الليل وأيقظ أهله وشد المئزر" (بخاري: 2024). رمضان کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کو مضبوطی

سے باندھ لیتے، (اپنی ازواج سے دور رہتے) اور اپنی راتوں کو عبادت کے ساتھ زندہ رکھتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگاتے تھے۔

مسند میں عبادہ بن صامت سے مرفوع روایت ہے کہ: جس نے شب قدر کو حاصل کرنے کے لیے شب بیداری کی، اور اسے پانے میں کامیاب ہو گیا تو اس کے پچھلے اور آئندہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

بعض صحابہ و تابعین کے بارے میں بھی آیا ہے، کہ آخری عشرے میں شب قدر تک پہنچنے کی امید میں غسل کرتے اور خوشبو لگا کر بہترین حالت میں شب قدر کو پالیں، اس لیے مسلمان روزہ داروں کے لیے لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس مقدس رات کو حاصل کرنے کے لیے اپنی کوششیں صرف کر دیں، بالخصوص رمضان کے آخری عشرے میں، یقیناً یہ رات رمضان المبارک کے آخری عشرے میں وہ بھی طاق راتوں میں ہے، اکثر و بیشتر امید یہی ہے کہ یہ ستائیسویں کی رات ہوگی۔

اس کی دلیل مسلم کی حدیث ہے جو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "میں خدا کی قسم کہتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے، اور یہ وہ رات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس رات کو شب بیداری کرنے کا حکم فرمایا، وہ رات ستائیسویں کی ہے"، اور ابی اس کی قسم کہتے تھے اور کہتے تھے ان نشانیوں کے ساتھ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائے ہیں کہ اس دن صبح سورج طلوع ہوگا، جس میں شعاعیں نہیں ہوگی۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے خدا کے رسول! اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو: "اللهم إنك عفو کریم تحب العفو فاعف عني" (رواہ احمد و ترمذی و صحیحہ الألبانی) ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔

ای خواجہ چہ جوی از شب قدر نشانی
ہر شب، شب قدر است اگر قدرش بدانی
(سعدی شیرازی)

شب قدر کیوں متعین نہیں ہوئی؟

علماء اور مفسرین لکھتے ہیں کہ ہر قیمتی چیز تک رسائی کی جدوجہد، کوشش اور ایک طرح کی محنت کی ضرورت پڑتی ہے، یہ معروف ہے، ہر وہ چیز جس کی اہمیت زیادہ ہوگی تو اس کی قیمت بھی زیادہ ہوگی۔

شب قدر کی عبادت کی قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، واضح رہے کہ اس رات کو دیکھنا اور حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ ہی اتنے آسان طریقے سے پاناممکن ہے، اگر کسی شخص کے لیے اس آسانی کے ساتھ اس رات تک رسائی ممکن ہو تو یہ تمام انسانوں کو میسر ہوگی، اسے حاصل کرنے کے لیے بہت جدوجہد، عبادت اور محنت درکار ہے، مفسرین لکھتے ہیں کہ اس رات کا رمضان المبارک کی طاق راتوں میں پوشیدہ ہونے اور شب قدر کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ بندوں کی عبادت میں وسعت اور اضافہ اور ان کا پروردگار سے زیادہ قربت ہے، رب عظیم سے دعاگو ہیں کہ ہمیں یہ رات عطا فرمائے۔

ہرسال شب قدر کا اعادہ

سب سے پہلے تو یہ کھنا چاہیے کہ شب قدر بنیادی طور پر نزول قرآن کے پہلے سال میں تھی، لیکن اس آیت مبارکہ کا مفہوم: "تَنْزِيلُ الْمَلِكَةِ وَالرُّوحِ" جو کہ فعل مضارع ہے، اس میں اس مقدس رات کی تکرار اور تسلسل کو ظاہر ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر صرف اس سال کی پہلی رات پر منحصر نہیں تھی جس میں قرآن نازل ہوا تھا، بلکہ یہ مقدس رات ہر سال ماہ رمضان المبارک میں دہرائی جاتی ہے اور (فرشتے، روح) اس میں نازل ہوتے ہیں؛ لہذا ہر قمری سال اور رمضان المبارک کے مہینے میں یہ رات ہوتی ہے، اس فرق کی ساتھ کہ اب قرآن نازل نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف فرشتے اور روح نازل ہوتی ہے، اور بنی نوع انسان پر رحمت الہی نازل ہوتی ہے، لیکن کیسے؟ یہ واضح طور پر معلوم نہیں ہے۔

شب قدر کی عبادت ہزار مہینہ سے بہتر ہے

سال کے بعض ایام ایسے بھی ہیں جن کے اللہ کی ہاں قدر و قیمت اور خاص مقام ہے، ان میں سب سے زیادہ اہم قدر کی رات ہے، ایسی رات جس کی تعریف میں قرآن کریم فرماتا ہے: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝" (قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے)، قرآن مجید سورہ قدر میں کہتا ہے: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝" ترجمہ: بلاشبہ ہم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا، اور تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔" رب تعالیٰ فرماتے ہیں: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ" (سورہ بقرہ: 185) (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے) اور پھر ہم سورہ قدر میں پڑھتے ہیں: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝" کہ ہم نے اسے شب قدر

میں اتارا" قرآن کے مطلق حکم کے مطابق رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں شب قدر ہے، اب بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پچھلے انبیاء کی امتوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں، اور شاید ان کی عبادت ہماری عبادت سے زیادہ تھی، مثلاً: نوح علیہ السلام کے پیروکاروں کے عمر ایک ہزار سال سے زیادہ ہوتی تھی، لیکن ہماری عمریں شاید ساٹھ، ستر سال سے اوپر نہ جائیں؛ لہذا ہم کتنی ہی عبادت کریں، ہماری عبادت ان کے درجے کو نہیں پہنچے گی۔

لیکن ایسا نہیں ہے، رب العزت نے اپنے فضل و کرم کی بنا پر امت مسلمہ کو ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت کے برابر عطا فرمائی، اور خاص خوبصورتی کے ساتھ فرمایا: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ" ○ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ " کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اگر ہم 1000 کو 12 مہینوں سے تقسیم کریں گے تو یہ 83 سال کے برابر ہے، اگر کوئی شخص ساٹھ "60" کی عمر تک قدر کی راتوں میں عبادت کرے، اور ہم "60" کو "83" سے ضرب دیں تو یہ "4980" سال کے برابر ہو جاتا ہے، یہ ہے شب قدر کی فضیلت اور عبادت۔

شب قدر کی فضیلت اور برتری

یہ واضح ہے کہ خدا کی مخلوقات تخلیق کے اعتبار سے آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت اور فضیلت رکھتی ہیں، اور یہ فضیلت اور برتری جیسے مساجد کی جگہوں کی فضیلت غیر مساجد کی جگہوں پر اور مساجد کے ما بین بھی اور خاص اور عام میں جیسے مسجد الحرام کی فضیلت دوسری مساجد پر، اسی طرح وقت اور زمانہ کی فضیلت ایک دوسرے پر جس طرح ماہ رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر، یا عرفات کے دن کی فضیلت دوسرے دنوں پر، اسی طرح انسانی تخلیق میں ایک دوسرے پر فضیلت، البتہ تقویٰ کے اعتبار سے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کی فضیلت دوسرے انسانوں کی تخلیق پر؛ چنانچہ اسی طرح شب قدر سال کی تمام راتوں پر خاص فضیلت رکھتی ہے۔

اس رات کی برتری اور فضیلت میں سے ایک فضیلت اس رات میں قرآن کریم کا نزول ہے، "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ تَنْزِيلُ الْمَلَكِ وَالرُّوحُ فِيهَا يَأْتِنُ رَبَّهُمْ ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَّمَ ○ هِيَ حَتَّى مَطَلَعِ الْفَجْرِ ○ " اور ایک بار پھر سورہ دخان آیت "3" میں فرماتے ہیں: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَرَّكَةٍ" ○ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ " کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا۔"

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه"، (رواہ الجماعة إلا ابن ماجہ). ترجمہ: (جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے) اس رات کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں یعنی: تراسی (۸۳) سال سے بہتر ہے، اس کے برابر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے کہ کتنی بہتر ہے، کیا دو برابر، یا چار برابر، دس برابر یا سو برابر وغیرہ ان سب کا امکان ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی قدر کی رات عبادت کے لیے اٹھے اس کے تمام گناہ معاف کیے جائیں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام وہ فرشتے جو سدرۃ المنتھی میں سکونت رکھتے ہیں شب قدر میں وہ سب جبرئیل کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں، کوئی مرد عورت ایسی نہیں ہے جن کو وہ سلام نہ کریں سوائے اس کے جو شراب پیتا ہو یا سور کا گوشت کھاتا ہو۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو کوئی بھی شب قدر کے خیر اور برکت سے محروم رہا، تو وہ مکمل محروم رہا" لیکن یہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی شب قدر کے اجر و ثواب اور برکات کے حصول میں ان کا کوئی دخل ہوگا، اس لیے آپ ان کے بارے میں نہ سوچیں۔

محترم قارئین:

شرعی نصوص اور قرآن کریم کی آیات کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ "شب قدر" رمضان کے مقدس مہینے کی راتوں میں سے ایک ہے، اسی لیے اس آخری عشرہ کو عبادت میں شرعی ہدایات کے مطابق گزارنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ ایک طرف قرآن کہتا ہے: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ" قرآن کریم رمضان کے مہینے میں نازل ہوا، اور دوسری طرف سورہ مبارکہ کی پہلی آیت: "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر میں قرآن نازل ہوا، لہذا ان دو آیت شریفہ کے مجموعہ سے واضح ہوتا ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہے، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں سے کون سی رات ہے۔

اس حوالے سے جو روایات موجود ہیں ان میں شب قدر کو ان راتوں کے درمیان میں سے شمار کیا گیا ہے، پہلی ۱۷ ویں، 19 ویں، 21 ویں، 23 ویں، 27 ویں، 29 ویں، بعض احادیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ

شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ہے، اور یہ اکیسویں یا ۲۳ ویں راتوں میں سے ایک ہے، بعض روایات میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ شب قدر رمضان کے مقدس مہینے کی ۲۳ ویں رات کو ہے، ان میں سے وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ ہے: "کان إذا دخل العشر الأواخر أحياء الليل وأيقظ أهله وشد المئزر" (بخاری: 2024). جب رمضان کا آخری عشرہ آتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے اور اپنے گھروالوں کو جاگاتے اور عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔

امام احمد اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: "کان یجتهد فی العشر الأواخر ما لا یجتهد فی غیرها" رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اتنی زیادہ محنت کرتے تھے کہ سال کے دیگر دنوں میں اتنی نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شب قدر کونسی رات ہے تو میں کیا کہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللهم انك عفوت حب العفو فاعف عني" (اے اللہ! تو سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، اور بخشش کو پسند کرتا ہے، پس مجھے بخش دے)۔

اس رات کی نمایاں نشانیاں اور علامات

شب قدر کی علامات اور خصوصیات کے بارے میں علمائے کرام نے احادیث نبوی کی بنیاد پر متعدد آراء پیش کی ہیں، جن میں سے چند آراء ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

مفسرین لکھتے ہیں: کہ لیلۃ القدر کی نمایاں نشانیاں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نسبتاً پرسکون رات ہوتی ہے، اور مؤمن کا دل اس رات میں سکون پاتا ہے اور نیک کام کرنے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔

کہتے ہیں: شب قدر کی صبح "سورج" کمزور اور سرخ دکھائی دے گا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: میں نے شب قدر کو دیکھا لیکن مجھے بھلا دیا گیا، شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں سے ایک رات ہے، اور یہ ایک معتدل رات ہے، نہ گرم، نہ سرد، روشن اور سفید ہے، گویا اس میں چاندپورا چمک رہا ہو، اس رات کو شیطان اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک صبح طلوع نہ ہو۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شب قدر کی خبر دینے کے لیے گھر سے نکلے، اس دوران انہیں دو آدمی ملے جو آپس میں لڑ رہے

تھے تو آپ یہ خبر بھول گئے، شب قدر کو چھپانے میں حکمت ایسے ہی ہے جیسے موت اور قیامت کے دن کو چھپانے میں ہے، تاکہ جو شخص عبادت کا پابند ہے، وہ اپنی محنت اور جدجہد میں اضافہ کر دے، سستی اور کوتاہی نہ کرے، اور ایک مخصوص رات پر بھروسہ نہ کرے۔

لیکن بہ ہر صورت مسلمانوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ہر رات کو اس امکان کے ساتھ کہ یہ شب قدر ہے عبادت، تلاوت اور دعاؤں میں گزاریں، اور اپنی دعائیں تین یا چار رات یا پھر طارق راتوں کے ساتھ مختص نہ کریں۔

شب قدر میں قرآنی دعائیں

شب قدر میں پڑھی جانے والی سب سے افضل دعاؤں میں سے وہ دعا ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکھائی ہے، جیسا کہ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور حدیث کوبھی صحیح قرار دیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: " قُولِي: اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي " (کہو: اے اللہ! تو بخشنے

والا ہے، معافی اور بخشش کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف کر دے اور بخش دے) قدر کی راتوں میں ہر قسم کی دعا مانگ سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ جو دعائیں قرآن کریم میں مذکور ہیں وہ دعائیں پڑھی جائیں، جیسے:

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا. ○ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا. ○ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ. ○ وَاعْفُ عَنَّا. ○ وَاعْفِرْ لَنَا. ○ وَأَرْحَمْنَا. ○ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ " ویا "رَبَّنَا لَا تَزُغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً. ○ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ " ویا "قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا. ○ وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ " ویا "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا " ویا "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ " ویا "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ " ویا "رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ" ○ یا وہ دعائیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذکور ہیں جیسے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ " ویا "اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَاجْرِنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ " ویا "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتَّقَى وَالعِفَافَ وَالعِزَّ وَالعِلْمَ وَزِيَّيَ بِالْحِلْمِ وَآكْرَمِي

بِالتَّقْوَىٰ وَجَمَلِنِي بِالْعَافِيَةِ» وَيَا «اللَّهُمَّ مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَىٰ دِينِكَ» وَيَا «اللَّهُمَّ جَنِّبْنِي مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَهْوَاءِ» وَيَا «اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ الْأَشْيَاءِ إِلَيَّ وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ أَخَوْفَ الْأَشْيَاءِ عِنْدِي وَاقْطَعْ عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّقْوَىٰ إِلَىٰ لِقَائِكَ وَإِذَا أَقْرَرْتَ أَعْيُنَ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ فَأَقْرِرْ عَيْنِي مِنْ عِبَادَتِكَ".

فرشتے شب قدر میں کیوں اور کس کے لیے اترتے ہیں

اس رات کی نمایاں خصوصیات میں سے جبریل اور دیگر فرشتوں کا نزول ہے، اس آیت شریفہ کے مطابق: "تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ" ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ " ترجمہ: " اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں" ، اس کے متعلق کہ روح سے کون مراد ہے؟ بعض نے کہا: "جبرئیل امین" ہے کہ جنہیں "روح الامین" بھی کہا گیا ہے، اور بعض نے "روح" کی بہ معنی "وحی" تفسیر کی ہے، سورہ "شوری" کی آیت "52" کے مفہوم کے مطابق: "وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ

أَمْرِنَا" ○ " ترجمہ: " اور اسی طرح (اے محمد) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی" ، بعض مفسرین روح کو فرشتوں سے بڑھ کر ایک عظیم مخلوق سمجھتے ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ: فرشتے کسی خاص شخص پر نہیں اترتے، بلکہ شب قدر میں ملائکہ زمین پر اترتے ہیں تا کہ شب بیداری کرنے والوں پر سلام اور رحمت و مغفرت کی دعائیں بھیجیں، اور دعا مانگنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہیں، فرشتوں کا نزول اللہ کی رحمت اور برکت کا نزول ہے، ہمارے عظیم رب فرماتے ہیں: "تَنْزِيلُ الْمَلَكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ" ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ " ترجمہ: " اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں"۔

آسمانوں سے زمین کی طرف (ہرکام کے لیے) یعنی: وہ اگلے سال تک ہر اس معاملے اور نظم کے انجام دہی کے لیے اترتے ہیں: جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا "روح": جبرئیل علیہ السلام ہے، اگرچہ لفظ "ملائکہ" میں وہ بھی شامل ہیں، لیکن ان کی شرف و عزت کی وجہ سے انہیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے، پس یہ عطف خاص بر عام میں سے ہے۔ فرشتوں کے نزول کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ زمین پر ہر قسم کی اطاعت دیکھتے ہیں، جو انہوں نے اہل آسمان میں نہیں دیکھی، اس کے علاوہ وہ اہل زمین کے گنہگاروں کی فریاد بھی سنتے ہیں جن کی آہ و پکار اور فریاد

خدا تعالیٰ کے نزدیک تسبیح پڑھنے والوں کی تسبیح کے زمزمے سے زیادہ محبوب ہے، تو اس وقت وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: کہ آئیے ایک ایسی آواز سنیں جو ہمارے رب کو ہماری تسبیح سے زیادہ محبوب ہے۔

وہ اعمال جو شب قدر میں کرنے چاہئیں

مفسرین، محدثین اور علماء کی اکثریت کی رائے ہے کہ یہ سنت میں سے ہے کہ روزہ دار رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھیں، نیکی اور ثواب سے لطف اندوز ہو جائیں اور شب قدر حاصل کر سکیں۔

اور مستحب ہے کہ آدمی خود کو عبادات جیسے نماز، تلاوت قرآن، سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے اور استغفار کرنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے، دعا کرنے علمی گفتگو کرنے اس جیسے دیگر اعمال خیر میں مشغول رکھے۔

اعتکاف کرنے والے کا فضول باتوں اور افعال میں مصروف رہنا مکروہ ہے، جس طرح اس کے لیے یہ سوچ کر خاموش رہنا مکروہ ہے کہ اس کی خاموشی اسے خدا کے قریب کر دیتی ہے۔

رمضان المبارک میں تمام مقدس کتابوں کا نزول

حضرت ابوذر عفراری رضی اللہ عنہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم کے صحیفے "3" رمضان کو، تورات "6" رمضان کو، انجیل "13" وین تاریخ کو، اور زبور "18" وین رمضان کو اتاری گئی ہے، اور قرآن کریم "24" رمضان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

فرشتوں کا نزول خاص لوگوں کے لیے ہے

شب قدر میں فرشتے کسی خاص اور معین شخص کے لیے نہیں اترتے، بلکہ شب قدر میں ملائکہ زمین پر اترتے ہیں، تاکہ شب بیداری کرنے والوں پر سلام بھیجیں اور ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کریں، اور دعا مانگنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہیں۔

فرشتوں کا نزول خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہے، جس طرح کہ قرآن کی تلاوت اور علمی حلقوں کے دوران اترتے ہیں، اور اپنے پر طالب علموں کے لیے پھیلاتے ہیں: "تَنْزِيلُ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحُ فِيهَا يَأْتِيَنَّ رَبَّهُمْ ۗ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ" ترجمہ: "اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں"، اور آسمانوں سے زمین کے (ہر کام کے لیے) یعنی: وہ اگلے سال تک ہر اس معاملے اور نظم کے انجام دہی کے لیے اترتے ہیں، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

کون سے انسان فرشتوں سے افضل ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ عزت والے ہیں، اور آپ کی فضیلت تمام انسانوں، فرشتوں اور جنوں سے زیادہ ہے اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کے علاوہ لوگوں کے بارے میں بھی بعض اقوال ہیں:

1 - یہ ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے، علماء نے انسانوں کو فرشتوں سے افضل قرار دیا ہے، ان کا استدلال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے کھاکہ فرشتوں پر انسانوں کی فضیلت ہے، فرمایا: "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا" (سورہ بقرہ: 34) یعنی: (جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کے لیے سجدہ کرو، سب نے سجدہ کیا)۔

2 - یہ ہے کہ ملائک انسانوں کی بہ نسبت افضل ہیں، علماء کی ایک تعداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ..." (بخاری: 7405)

ترجمہ: خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوں، جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے، اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر (فرشتوں کی) مجلس میں یاد کرتا ہوں..." اور افضل ترین گروہ کے درمیان ذاکرین کو یاد کرنے کا مطلب ہے فرشتوں کے گروہ میں یاد کرنا، یہ حدیث بتاتی ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔

3 - تیسرا نظریہ ہے کہ فرشتے انسانوں سے پہلے پیدا کیے گئے ہیں اور نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور وہ تکبر اور نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے، اور وہ شہوت پرست نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز بندے ہیں، اس بنا پر وہ افضل ہیں، لیکن انسان چونکہ خدا کی رضا کے مقام پر ہوتے ہیں اور رب کی طرف سے ان کی عزت ہوتی ہے، اور جنت میں ملائک انہیں خوش آمدید کہیں گے، اور انہیں سلام کریں گے، اس لیے انسان فرشتوں سے افضل ہیں (یہ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ کا قول ہے)۔

4 - چوتھا نظریہ خاموشی کا نظریہ ہے ، یعنی وہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے ، (یہ شیخ ابن عثیمین کا قول ہے) ، کیونکہ اس مسئلے (یعنی فرشتے یا انسان کا افضل ہونا) یہ نہ مفید ہے اور نہ ہی ضروری ، اور نہ ہی کسی مسلمان کے لیے فائدہ مند ہے ، اس لیے بہتر ہے کہ ان مسائل سے پرہیز کیا جائے ، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایمان اور علم سے متعلق ہر کسی سے زیادہ حریص تھے ، وہ کبھی بھی ان بحثوں میں شامل نہیں ہوئے اور ایک دوسرے سے نہیں پوچھتے تھے کہ فرشتے بہتر ہیں یا انسان؟ جس چیز کے بارے میں صحابہ نے خاموشی اختیار کی ہے بہتر ہے کہ ہم بھی خاموشی اختیار کریں ، کیونکہ ایک شرعی اصول موجود ہے جس پر توجہ کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ "دین کے جس معاملے میں صحابہ کرام نے خاموشی اختیار کی ہے ، جان لیں کی اس چیز میں پڑنا، ایک لایعنی اور فضول معاملہ سمجھا جاتا ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

کیونکہ جو چیز ہمارے لیے ضروری ہے وہ کلام اللہ یا سنت رسول یا صحابہ کرام سے لی جائے ، اور اگر کسی دینی مسئلہ میں ان تین طریقوں میں سے کسی ایک میں بھی نہ ملے ، پس معلوم ہونا چاہیے کہ وہ چیز دین کا حصہ نہیں اس لیے اس میں مشغول ہو جانا غیر ضروری ہے ، (دیکھیں: شرح العقیدہ السفارینیۃ ؛ علامہ ابن عثیمین صفحہ : 605) معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور فرشتوں میں افضلیت کا حکم لگانا غیر ضروری امر ہے اس بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے ، اس سے اجتناب ہی بہتر ہے ، اور ہم یہی کہیں گے کہ: خدا ہی بہتر جانتا ہے ، والسلام۔

کیا واقعی شیطان فرشتوں کا استاد تھا؟

رہی بات کہ کیا واقعی ابلیس فرشتوں یعنی ملائک کا استاد تھا، شریعت کتاب و سنت صحیحہ میں اس بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے ، اس لیے بغیر دلیل کے اس طرح دعویٰ نہیں کیا جاسکتا، جو بھی ایسا کہے اس کے پاس کتاب و سنت سے دلیل ہونا چاہیے ، ورنہ بغیر علم کے ایسی بات نہ کرے ، کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۗ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۗ" (سورہ اسراء) ترجمہ: یعنی : اور جس چیز کو تم نہیں جانتے ہو اس کی پیروی نہ کرو " اللہ تعالیٰ بندے کو ایسی بات کہنے یا عمل کرنے سے منع فرماتا ہے جس کا اسے علم نہ ہو، اور اس معنی میں جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، بہتان لگانا اور دوسروں کو طعنے دینا، لوگوں میں عیب تلاش کرنا، علمی حقائق کو بدلنا، جعلی چیزیں اور دیگر فراڈ اور

اندازے پر مبنی فریب اور اعمال ہیں: "کیونکہ کان، آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا" یعنی: ان کے مالک سے پوچھا جائے گا کہ اس نے ان حواس کو کس طرح استعمال کیا؟ کیونکہ انسانی حواس ایسے آلات اور اوزار ہیں؛ کہ اگر وہ ان کو بھلائی کے لیے استعمال کرتا ہے تو وہ اجر کا مستحق ہے، اور اگر انہیں برائی کے لیے استعمال کرتا ہے تو وہ سزا کا مستحق، ایک قول کے مطابق: قیامت میں خدا تعالیٰ ان اعضاء کو بولنے کی صلاحیت دے گا جب ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ ان کے مالکوں کے کاموں کے بارے میں بتائیں گے، جیسا کہ آیات اور احادیث اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں۔

بعض علماء نے جو یہ کہا ہے وہ یہ ہے کہ ابلیس خدا کے مقرب فرشتوں میں سے تھا، یعنی اگرچہ وہ فرشتہ نہیں تھا اور جن کی نسل سے تھا، لیکن وہ مقرب فرشتوں میں شامل تھا، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: "إِذْ قَالَ

رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍۙ ۝۱۰۰ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدٰٓیْنَ ۝۲۰

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ ۝۳۰ اِلَّا اِبٰلِیْسَ ۝۳۱ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۴۰ قَالَ یٰۤاِبٰلِیْسُ مَا

مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ ۝۴۰ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۵۰ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۝۶۰

خَلَقْتَنِیْ مِنْ تَابَرٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍۙ ۝۶۱ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رٰجِیْمٌ ۝۶۲ ۝ "ترجمہ: "جب تیرے

رب نے فرشتوں سے کہا کہ بیشک میں تھوڑے سی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں، تو جب میں اسے پورا بناچکوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گرجاؤ، پس تمام فرشتوں، سب کے سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا، فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے، جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا، یا تھاہی اونچے لوگوں میں سے؟، اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا، فرمایا پھر اس سے نکل جاؤ، کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے۔"

چنانچہ ایک قول کے مطابق: ابلیس کو مقرب فرشتوں میں سے نکال دیا گیا اور بعد میں اسے جنت سے بھی نکال دیا گیا، جیسا کہ علامہ سعدی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "فَاخْرُجْ مِنْهَا" خدا نے ابلیس سے کہا: آسمان اور قیمتی

جگہ سے باہر نکل، "فَاِنَّكَ رٰجِیْمٌ" کیونکہ تو مردود اور خدا کی رحمت سے

دور دھکیل دیا گیا ہے، اور فرماتا ہے: "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا

إِبْلِيسَ ۝ كَانِ مِنَ الْجِنَّةِ " (سورہ کہف : 50) "یعنی : یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا: "آدم کو سجدہ کرو" تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس وہ جنات میں سے تھا۔"

اس آیت سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ابلیس فرشتوں میں شامل تھا، لیکن پھر بھی قرآنی نصوص میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ابلیس فرشتوں کا استاد تھا؛ لہذا ہم اس جھوٹے دعوے کو مسترد کرتے ہیں، اور ان تمام مسلمانوں سے جو کتاب و سنت کے تابع ہیں، کہتے ہیں کہ وہ بغیر دلیل والے عقائد سے دوری اختیار کریں اور ان سے بچیں۔

فرشتوں اور جنوں میں فرق

فرشتوں اور جنوں میں متعدد اور بہت سے فرق ہیں، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

1 - جنات کو جلتی ہوئی آگ سے اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔

2 - فرشتے مطیع بندے، فرمانبردار، خدا کے مقرب اور قابل احترام ہیں،

جیسا کہ خدا کا فرمان ہے : "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ* لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ

يَعْمَلُونَ" (الانبیاء : 26-27) "بلکہ وہ بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے

(26) وہ بات کرنے میں اس سے پہل نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم

پر عمل کرتے ہیں"، اور فرماتا ہے : "لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا

يُؤْمَرُونَ" (تحریم: 6) "وہ خدا کی نا فرمانی نہیں کرتے جس کا وہ انہیں

حکم دے وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں"

البتہ جنات میں سے بعض مؤمن ہیں اور بعض کافر، جیسا کہ رب تعالیٰ ان

کے متعلق قرآن میں خبر دیتا ہے : "وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۝ فَمَنْ أَسْلَمَ

فَأُولَئِكَ نَحْرُورَاشِدًا ۝۱۴" (سورہ جن: 14) "ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور

ہم میں سے کچھ ظالم ہیں۔"

ان میں سے بعض مطیع اور فرمانبردار ہیں اور بعض گنہگار بھی، اس بارے

میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں : "وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ ۝" (سورہ جن: 11)

"ہم میں سے کچھ صالح ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں" (یعنی: نافرمان اور

بے دین) اور بھی بہت سی آیات اس بارے میں آئی ہیں۔

ان فرشتوں کے نام جو عرش الہی کو اٹھانے کے ذمہ دار ہیں

ایسے فرشتے ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں: "الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ۗ ﴿٧﴾ " (سورہ غافر: 7) " وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ " اور فرماتا ہے: " وَيَجْمَلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ۗ ﴿١٧﴾ " (سورہ حاقہ: 17) " اور تیرے رب کا عرش اس دن اٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے " ، کچھ علماء کہتے ہیں: جو عرش کے ارد گرد ہیں وہ مقرب فرشتے ہیں، چونکہ وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اس لیے وہ افضل ترین فرشتوں میں سے ہیں (تفسیر ابن کثیر: 120/7) لیکن ان فرشتوں کے نام کتاب و سنت میں ذکر نہیں ہوئے ہیں ، اور اکثر " عرش اٹھانے والے " فرشتوں کے نام سے مشہور ہیں؛ لہذا ہم بھی اس اصطلاح پر اکتفا کرتے ہیں، فرشتے ان غیبی مخلوقات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور خدانے انہیں فرمانبردار اور مطیع بنایا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے الگ الگ فرائض ہیں جن کو انجام دینے کے لیے خدا نے انہیں خاص طور پر بنایا ہے۔

البتہ بعض فرشتوں کے نام کتاب و سنت میں آئے ہیں مثلاً

جبرئیل: وحی کا ذمہ دار ، اسرافیل: صور پھونکنے کا ذمہ دار، اور عرش اٹھانے والوں میں سے ایک۔
میکائیل: بارش اور نباتات کے ذمہ دار، مالک ، ہاروت و ماروت، رضوان، منکرو نکیر، اور دوسرے جن کے نام نصوص میں بیان ہوئے ہیں، اور اسی طرح نصوص میں جن کی صفات بیان ہوتی ہیں: جیسے رقیب و عتید (نگہبان اور دیکھ بھال کرنے والا) یا وہ فرائض کے ذریعے سے پہچانے جاتے ہیں: جیسے ملک الموت (موت کے فرشتے) و ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) یا نصوص میں عام طور پر جن کے فرائض کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے، جیسے: حملة العرش (عرش کو اٹھانے والے) اور الکرام الکاتبین (معزز لکھنے والے) والموکلین بحفظ الخلق (مخلوق کی حفاظت کے ذمہ دار) والموکلین بحفظ الأجنة اولأرحام (رحم کے اندر نطفے کا ذمہ دار) طوائف البيت المعمور (بیت المعمور کے طواف کے ذمہ دار فرشتے) ملائكة السياحين (زمین میں گھومنے والے فرشتے) اور دوسرے فرشتے جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے، اور ان تمام فرشتوں پر ہم ایمان لاتے ہیں جن کے نام اور ان کی صفات اور فرائض احادیث میں ذکر کیے گئے ہیں۔

کیا فرشتے مجسم ہیں

رب کے اس بیان کی بنیاد پر، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں، فرشتے جسمانی مخلوق ہیں: "جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْجِحَةٍ" (فرشتوں کو پیغمبروں کی طرف بھیجا گیا ہے، وہ فرشتے جو پر والے ہیں)

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہیں

ہر ایک انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں، ایک دائیں جانب کہ اس کی حسنات اور نیکیاں لکھتا ہے، اور دوسرا بائیں جانب جو اس کی برائیاں لکھتا ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "إِذِتَلَقَى الْمَتَلْقِيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدًا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" (سورہ ق: 17 - 18) "جب (اس کا ہر قول و فعل) دولینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں (17) وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے، جو لفظ ان کے منہ سے نکلتا ہے خیر اور شرم میں سے اسے لکھ لیتے ہیں اور نگران و محافظ ہیں اس کی ہر حالت کے" یہ فرشتے چاہے سفر ہو یا حضر انسان کے ساتھ ہوتے ہیں، اور ہر حالت میں، نماز میں، سجدے میں اس کے ساتھ ہیں اس کو اکیلا نہیں چھوڑتے، مگر بعض خاص حالات میں، جیسے: رفع حاجت کے وقت، وہ اس کی باتیں اور اعمال لکھتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے انسان کے ارادہ اور نیت، اور حوکچہ اس کے دل میں ہے اور دل میں کہتا ہے، اور جو نیت اور ارادہ کرتا ہے کہ وہ ایسا کرے گا فرشتے اسے لکھتے ہیں، اس لیے انسان اگر اچھی نیت کر لے تو اسے ثواب ملتا ہے، اور بُری نیت پر سزا پاتا ہے، کیونکہ نیت دل کا عمل ہے، فرشتے سن بلوغت سے انسان کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں یہاں تک کہ انسان اس دنیا سے چلا جائے یہ فرشتے دنیا میں اس کی نیت، اعمال اور باتیں جو یہ کہتا ہے یا کرتا ہے لکھ لیتے ہیں۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**